

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

www.safareadab.com

تفتِ اصول

حسانہ فاطمہ

تخت اصول



از قلم تخت اصول

All Rights Reserved

Copyright: Hussana Fatima (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

safareadab@gmail.com

khanumaira@safareadab.com

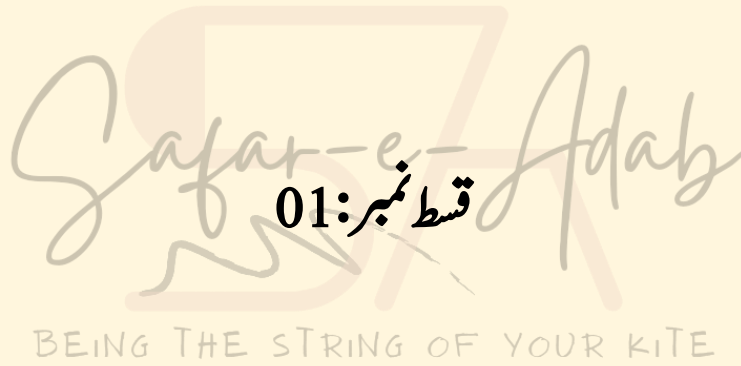
adab@safareadab.com

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

ضروری بات

تخت اصول کے تمام جملہ حقوق لکھاری "تخت اصول" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کارروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔





بادلوں کی گڑ گڑاہٹ سے اس کی آنکھ کھلی۔ میز پہ سر رکھ کے وہ کب سو گئی پتہ ہی نہیں چلا۔ شاید یہ دن بھر کی تھکاوٹ تھی۔ سر اٹھا کے کھڑکی سے باہر آسمان کو دیکھا جو وقفے وقفے سے گرج چمک رہا تھا۔ پھر سامنے لان دیکھا جو تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ واپس سر اٹھا کے آسمان دیکھا۔ سیاہ رات، ویسی ہی بھیانک راتوں میں سے ایک رات۔ ایسی ہی سیاہ راتوں میں سیاہ گناہ عزائم دیے جاتے ہیں۔ اس نے یہ سوچ کر اپنا سر واپس میز کی طرف کیا۔ یاد آیا وہ کوئی پرانی فائلز کا مطالعہ کر رہی تھی اور کرتے کرتے سو گئی تھی۔ وقت دیکھا تو تین بج رہے تھے۔ وہ اٹھ کے وضو کرنے چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد واش روم کا دروازہ کھلا اور وہ باہر آئی۔ چہرے سے پانی ٹپک رہا تھا۔ چادر لے کر وہ تہجد پڑھنے کھڑی ہو گئی۔ باہر سیاہی ویسے ہی پھیلی تھی۔ سیاہ رات میں بجلی کے چمکنے سے سڑک پہ کسی بشر کی موجودگی پتا دیتی تھی۔ جس کے ہاتھوں میں سیاہ دستانے تھے اور وہ خود بھی سیاہ کپڑوں کی وجہ سے سیاہی کا حصہ لگ رہا تھا۔ دستانے والے ہاتھوں میں سے ایک میں خنجر تھا جس پہ خون تھا۔ تازہ خون۔ جو سڑک پہ اپنے داغ چھوڑ رہا تھا لیکن وہاں پر واہ کسے تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

♦♦♦♦♦

"امی ناشتہ دے دیں مجھ بھوک لگی ہے اور دیر بھی ہو رہی ہے"۔ نہیان نے کچن کی طرف آتے ہوئے ماں کو کہا۔

"لارہی ہوں بیٹا صبر۔" انتشار بیگم نے پیار سے کہا اور ناشتہ میز پر رکھا۔

"ویسے امی جتنا مزہ ماں کے ہاتھوں میں ہے دنیا کے کسی کونے میں نہیں۔" نہیان نے کہا تو انتشار بیگم مسکرا دیں۔

انتشار بیگم نے نہال کو آواز لگائی کہ وہ بھی ناشتہ کر لے پھر یونیورسٹی جانا ہے۔ نہال پہلے ہی ناشتہ کر چکی ہوگی وہ یہ بھی جانتی تھیں۔ لیکن پھر بھی اس امید سے روز کہہ دیتی تھیں کہ شاید آج وہ ان دونوں کے ساتھ بیٹھ کے ناشتہ کر لے۔ لیکن آج پھر وہی جواب۔

Safar-e-Adab

"مما میں کر چکی ہوں۔" قدرے دھیمے اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب آیا۔
BEING THE STRING OF YOUR KITE

انتشار بیگم سر ہلا کر رہ گئیں۔ ماں کو خدا حافظ کہہ کے وہ دونوں بہن بھائی اپنی منزلوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ سارے راستے گاڑی میں موت سی خاموشی رہی۔ نہال کو یونیورسٹی اتار کر نہیان آفس چلا گیا اور زندگی کے پہیے معمول کے مطابق گھومنے لگے۔

♦♦♦♦♦♦♦♦

میسہ بیگم معمول کے مطابق تیار ہو کے ناشتہ کرنے بیٹھی تھیں جب موسیٰ طویل لاؤنچ میں داخل ہوئے۔
 میسہ بیگم ان کو دیکھ کر طنزیہ ساہنسیں۔ موسیٰ طویل کا دماغ خراب نہیں تھا جو صبح سویرے اپنی بیگم سے
 لڑنے بیٹھ جاتے۔ پچھلے 28 سالوں سے یہی چلتا آ رہا تھا۔ تو آج انہوں نے خاموشی کا راستہ چنا اور چپ کر
 کے کمرے کی جانب چل دیے۔ میسہ بیگم کو دیر نہ ہو رہی ہوتی تو اپنے شوہر کی خاموشی پہ ان کا سر پھاڑ
 دیتیں۔ بچوں کی پرواہ کیے بغیر اپنا پرس اٹھا کے نزاکت اور اکڑ سے چلتی ہوئیں وہ باہر نکل گئیں۔

Safar-e-Adab

♦♦♦♦♦♦♦♦

BEING THE STRING OF YOUR KITE

آسمان آج بالکل صاف تھا۔ گرمی سوانیزے پہ تھی۔ ایسے میں اسلام آباد کی سڑکوں پہ معمول کے مطابق
 ہنگامہ تھا۔ کالج کے وسیع گراؤنڈ میں بیٹھ کر وہ اپنے بھائی کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کے بھائی کے پاس دیر
 سے آنے کا روز کوئی نہ کوئی بہانہ ہوتا تھا۔ اسے یہی لگتا تھا۔

"مجھ سے کوئی پیار نہیں کرتا۔" منہ ہی منہ میں وہ روز کی بات آج ایک دفعہ پھر بڑبڑا رہی تھی۔

"ہدیل موسیٰ آپ کا بھائی آگیا ہے۔" گارڈ کی آواز پہ وہ اٹھ کے تیزی سے باہر کو لپکی۔ سامنے بھائی کی گاڑی تھی۔ دروازہ ٹھاہ کی آواز کے ساتھ بند کر کے وہ باہر دیکھنے لگی۔

"معذرت، وہ ایک کلائنٹ کی طرف تھا تو دیر ہو گئی۔" ایاد نے معذرت کی۔

"اچھا تو کلائنٹ زیادہ اہم تھا میں نہیں۔ پتہ بھی ہے کتنی گرمی ہے اور مجھے باہر گراؤنڈ میں انتظار کرنا پڑتا ہے۔ ایک دن مر جاؤں گی پھر دیکھنا۔" عدیل کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"بری بات ہدیل ایسے نہیں کہتے۔ پکا کل سے وقت پر آؤں گا۔ اور میرے لیے تم سب سے زیادہ اہم ہو۔" ایاد نے اپنی چھوٹی بہن کو پیار سے منانے کی کوشش کی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اچھا ہم کہیں باہر جا کے پاستہ کھاتے ہیں" ایاد نے کہا کیونکہ ایک یہی چیز تھی جو ہدیل کا موڈ بہتر کر سکتی تھی۔

"ٹھیک ہے چلیں۔" کدھر کا غصہ کہاں کی ناراضگی۔ کھانا ہے تو زندگی ہے۔

ان کو یہیں چھوڑ کر اب ہم اسلام آباد کی ایک معروف یونیورسٹی میں چلتے ہیں۔

"یار میم آیت کو تم لوگوں نے دے دی اسائنمنٹ؟" فریحہ نے ضلے اور نہال سے پوچھا۔

"ہاں دے دی ہے کیوں۔" ضلے نے پوچھا۔

Safar-e-Adab

"ایسے ہی۔" فریحہ نے کندھے اچکائے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اچھا مجھے نکلنا ہے کل ملتے ہیں خدا حافظ۔" نہال نے جلدی جلدی اٹھتے ہوئے کہا۔

"اتنی جلدی۔" ضلے نے حیران ہو کر کہا۔

"اور ہماری تویب بھی رہتی ہے ابھی۔" فریحہ نے کہا۔

"ہاں پتہ ہے لیکن میرا جانا ضروری ہے۔" یہ کہہ کے نہال ان کی سنے بغیر یونیورسٹی سے نکل آئی۔ باہر آئی تو جدوہ اس کے انتظار میں کھڑی تھی۔

"شکرتم آگئی مجھے تو لگاتم قیامت تک آؤ گی۔" جدوہ نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

گاڑی ایک کینے کے باہر رکی۔ دونوں باہر نکلنے لگیں جب نہال نے جدوہ سے کہا
"موبائل گاڑی میں رکھ کے جانا۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

جدوہ نے بنا سوال کیے موبائل گاڑی میں رکھ دیا۔ وہ دونوں کینے میں آکر ایک کونے والی میز پر بیٹھ گئیں
اور کافی کا آرڈر دیا۔

"تم نے فائل اسٹڈی کی۔" جدوہ نے نہال سے پوچھا۔

"ہاں کی تھی۔" نہال نے کہا۔

"تو تمہیں کیا سمجھ آیا۔" جدوہ نے پوچھا۔

"یہی کہ جتنے انسپیکٹرز کا قتل ہوا ہے ان کے قتل سے پہلے کی سرگرمیاں ایک جیسی ہیں۔" نہال نے کہا۔

"وہ کیسے۔" جدوہ نے پوچھا۔

"دیکھو جو بھی انسپیکٹر نے کیس 104 کو پکڑا اور حل کرنے کی کوشش کی وہ سب قتل ہوئے پہلی بات۔ دوسری بات، قتل سے پہلے سارے انسپیکٹرز کے موبائل کی لوکیشن ایک مخصوص جگہ کی ہے۔ تیسری بات، سرعاش نے بھی یہ کیس کو پکڑا تھا اور ان کے موبائل کی لوکیشن بھی اس مخصوص جگہ پر جاتی ہے لیکن وہاں سے واپس آ کے سرعاش نے کیس کو چھوڑ دیا تھا اور ان کا قتل نہیں ہوا۔" نہال نے کہا۔

"ایسا ہوتا تو سرعاش ہمیں بتاتے نا۔" جدوہ نے ابرو اچکائے۔

"میں زیادہ تو کچھ نہیں کہہ سکتی لیکن جب سرعاش نے یہ کیس چھوڑ دیا تھا تو ان کا قتل نہیں ہوا جبکہ باقی انسپیکٹر نے یہ کیس وہاں سے آ کے نہیں چھوڑا تھا تو وہ مارے گئے۔" نہال نے کہا۔

"اس کا مطلب سرعاش بہت کچھ جانتے ہیں اور بتا نہیں رہے۔" جدوہ نے حیرانگی سے کہا۔

"ہمم۔" نہال نے گم سم لہجے میں کہا۔

"تم کیا سوچ رہی ہو۔" جدوہ نے اس کے چہرے کو دیکھ کے کہا جو سمندر کی گہرائیوں میں لگتا تھا۔

"کچھ نہیں چلو چلتے ہیں۔" نہال نے سر جھٹکتے ہوئے کافی کا خالی کپ میز پر رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ جدوہ نے بھی اس کی پیروی کی۔

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

شام کے سائے ہر طرف پھیل رہے تھے۔ دن بھر اڑانے بھر کے پرندے تھک ہار کے اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔ ایسے میں گھنے درختوں میں ایک بندہ بشر ہاتھ میں ننھا سا چاقو پکڑے جا رہا تھا۔ یہ شکاری کے شکار کا وقت تھا۔ اس کے بھاری قدموں سے زمین پہ پڑے پتے سسکا اٹھتے تھے۔ لیکن وہ ایسا ہی تھا۔ ظالم۔ سفاک۔ ایک جگہ وہ رک گیا اور ہلکا سا مسکرایا۔ یہ اس کے دن کے پسندیدہ اوقات تھے۔ سامنے ایک بوسیدہ مکان تھا۔ چرچر اہٹ کے ساتھ اس مکان کا دروازہ کھولا گیا۔ قدم اندر رکھے گئے۔ سامنے ہی ایک کرسی پہ ایک آدمی تھا۔ شکل سے 3332 سال کا لگتا تھا۔ اپنے سامنے ایک آدمی کے ہاتھ میں چاقو دیکھ کے اس کی آنکھیں خوف سے باہر ابل آئیں۔

"ممجھے جانے دو میرا کیا قصور ہے۔" لرزے ہوئے لہجے میں اس سے اتنا ہی کہا گیا۔

"یہ کالی آنکھیں۔" جواب آیا۔

اور پھر وہ ننھا سا چاقو دھیرے دھیرے نس پہ چلایا گیا اور ساتھ قہقا لگایا گیا۔ خون کا فوارہ اس کے کپڑوں کو رنگین کر گیا تھا۔ لیکن وہاں کسے پرواہ تھی۔ رات کے اندھیرے میں ویسے بھی سب ایک جیسے ہو جاتے ہیں۔ اپنا قیمتی چاقو اٹھا کے وہ پیچھے اس نوجوان کو تڑپتا چھوڑ کر چلا گیا۔

♦♦♦♦♦

نہال گھر دیر سے آئی تھی اور آ کے سیدھا اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اب بھی وہ شیشے کے سامنے کھڑی اپنے بال تو لیے سے سکھا رہی تھی۔ سوچیں ساتھ جاری تھیں۔ وہ شکل سے پٹھانی لگتی تھی لیکن تھی نہیں۔ اس کا سفید رنگ، گلابی گال اس کو پٹھانے ہی دکھاتے تھے۔ لیکن اس کے چہرے پہ مہاسے تھے۔ اب وہ اپنا خیال رکھنا چھوڑ چکی تھی۔ اس لیے تھوڑے زیادہ ہو گئے تھے۔ وہ گہری سوچوں میں ڈوبی تھی جب اس کو پاؤں کے پاس کچھ محسوس ہوا۔ دیکھا تو اس کی بلی فلورا تھی۔ نہال نے فلورا کو گود میں اٹھالیا اور پیار کرنے لگی۔ فلورا وہ واحد تھی جسے نہال اپنی ہر خفیہ بات بتاتی تھی۔ وہ اس کے دکھ درد اور تنہائیوں کی ساتھی تھی۔

Safar-e-Adab

بی بی جی کھانا کھالیں۔ "آئی جی نے نہال کو کہا۔

BEING THE STRING OF YOUR LIFE

"اوہو آئی جی آپ مجھے میرے نام سے بلایا کریں۔ میں کتنی چھوٹی ہوں آپ سے۔" نہال نے منہ بنایا۔

"اچھا بیٹا نام سے بلالوں گی آجاؤ کھانا کھا لو اب۔" آئی جی نے مسکرا کے کہا۔

نہال آئی جی کے ساتھ نیچے آگئی۔ ڈاننگ پہ نہال، انتشار بیگم پہلے ہی موجود تھے۔ نہال بیٹھی تو کھانا شروع کیا گیا۔ کھانا بے حد خاموشی سے کھایا گیا۔

"کھانا کھا کر میری بات سننا نہال۔" انتشار بیگم نے اٹھتے ہوئے نہال کو کہا۔

"جی ممّا۔" نہال نے سر ہلایا۔

"آئی جی ایک کپ کافی میری اسٹڈیز میں بھجوا دیں۔" نہال نے کرسی گھسٹتے ہوئے کہا۔

نہال نے دروازے پہ دستک دی اور اجازت ملنے پہ اندر آگئی۔

"دیکھو بیٹا میں بات گھما کے کرنے والوں میں سے نہیں۔ سیدھی بات کروں گی۔" انتشار بیگم نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی ممّا۔" نہال نے سر ہلایا۔

"تمہارا بھائی چاہتا ہے تم یہ جو سب کر رہی ہو چھوڑ دو۔" انتشار بیگم نے کہا۔

"مما ہم یہ بات پہلے بھی بہت دفعہ کر چکے ہیں۔ اگر نہیان اپنی زندگی اپنے طرز کے مطابق گزار رہا ہے تو مجھے بھی پورا حق ہے۔ پلیز آپ آئندہ یہ بات نہیں کریں گی مجھ سے۔" نہال نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک۔" انتشار بیگم نے لفظی جواب دیا۔

نہال اٹھ کے آگئی۔ زندگی ہمیں کیسے بدلے گی یہ ہم میں سے کسی کو بھی نہیں پتہ ہوتا۔ کچھ حقیقتوں نے نہال کو سرتاپیر بدل دیا تھا لیکن وہ پھر بھی پرسکون تھی کیونکہ اس کا رب اس کے ساتھ تھا۔

♦♦♦♦♦♦♦♦

روز کی طرح آج پھر ایاد اور ہدیل بیڈ منٹن کھیل رہے تھے۔ ان دونوں کی کھکھلاہٹیں ماں باپ کے جھگڑے کے شور میں مل رہی تھیں لیکن یہاں پرواہ کسے تھی۔ جب سے ان دونوں نے ہوش سنبھالا تھا یہ سب ہی دیکھا تھا۔ نہ ماں نہ باپ نے کبھی فکر کی۔ در بدر کتنی ٹھوکر کھائیں۔ راتیں کہاں گزاریں۔ اگر دو تین دن گھر نہ دیکھتے تو پوچھ لیتے کہ ہر ہو ورنہ اولاد مر گئی یا زندہ ہے یہ ان والدین کو کسی نے نہیں سکھایا تھا۔ اس لیے وقت کے ساتھ ساتھ ایاد نے ہدیل کو بھی ٹرینڈ کر دیا تھا اور وہ دونوں خوش تھے اب۔

.....

کوئی گہری سوچ میں تھا تو کوئی ہنستا ہوا کھیل رہا تھا۔ زندگی معمول کی ڈگر پہ چل رہی تھی۔ کسی کو کیا پتا تھا آنے والا وقت کتنا بھیانک ہونا ہے اور زندگی کتنی معمولی ہے۔

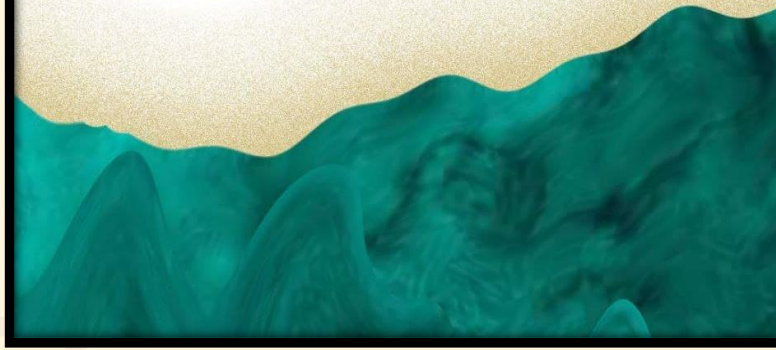
BEING THE STRING OF YOUR KITE

جاری ہے۔۔۔

باقی آئندہ قسط میں

پل صراط

عنیزہ نراہد



"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہونا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔' اس کے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

ایسین فتح



ابراہیم

"یہاں دستخط کرو غازہ ! " کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بڑی طرح کانپنے لگے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آدھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی حسرت میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ ! " سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔ "بچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ ! اور یہ نیا دھور رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہنے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمینڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو پیٹنے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

Click here

safareadab.com



دنوشہ آرزو

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ج جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔ اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھلا بھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگ حب الہی تو اترتا نہیں۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکراتے ہوئے کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے توجھ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پریقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ناپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آخر۔۔۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ در اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا بیٹا؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنوں گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ!!!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زور دار تھپڑ مار دیا۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آچکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے بلیٹی اور حسن خان وہیں دل تمام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے سہنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

Click here

safareadab.com

وراثت

فاطمہ ملک

نادوں بارِ دیگر ٹو کی دیک جھلک

میرا وقت ضائع ہو رہا ہے، اب آپ پرے ہٹیں
گے یا نہیں؟ "عفراء کا چہرہ بھی تن گیا، عجیب
بد دماغ شخص تھا۔

جھجک کے مارے وہ بالکل ریک اور ٹرائی سے
لگ کر کھڑی ہو گئی حالانکہ وہ مناسب فاصلے پر
تھا۔ پری خواہ مخواہ نروس ہو رہی تھی یا شاید چڑ
رہی تھی یا جانے کیا، وہ اپنے احساسات کو کوئی نام
نہیں دے پائی۔

"مس عفراء آپ کو نہیں لگتا ہم کچھ بھول رہے
ہیں؟" عفراء کا اندر لفظ ہم پر زور دار قہقہہ لگانے
لگا تھا۔

کیا وہ دونوں واقعی 'ہم' تھے؟

"ہم یعنی آپ اور شاہانہ؟" اس نے تمسخرانہ

استفسار کیا، ہیزل آنکھیں حیرت سے پھیلیں

ابروئیں ایک انداز سے اٹھی تھیں۔

"جی نہیں عزیزم ہم یعنی میں اور آپ.. " اس کا

لہجہ دھیمّا ہوا آواز میں مسکراہٹ کی رفق در

آئی، جانے کیوں وہ گفتگو کو طول دے رہا تھا۔

"Don't you think that"

بارِ دیگر ٹو

(دل گر یہ کہہ رہا ہے صرف تو اور صرف تو)

شفق اقبال

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

www.safareadab.com

وہ تنک کر بولی، جانے اسے وہم ہوا تھا یا وہ واقعی
ہنسا تھا لیکن وہ دوبارہ اس کے چہرے کو دیکھ نہ
سکی اور پھر یکایک ہی اس کے لہجے میں تبدیلی
آئی تھی بلکہ اس کا انداز بھی بدل گیا تھا۔

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں
کلک کریں۔

safareadab.com

“What exactly is that?”

عفراء نے ایک ابرو اٹھائی۔

“That we are engaged? Like we

are not strangers right?”

اس نے اپنا کشادہ ہاتھ ہوا میں لہرایا انگوٹھے سے
تیسری انگلی پر موجود بینڈ کو چھوا، ہونٹوں کے
کنارے پر مسکراہٹ روکی ہوئی تھی۔

بدر کے جتانے پر پری کی نظر اس کے بائیں ہاتھ
پر پڑی، انگلی میں چمکتی سادہ سی انگوٹھی موجود
تھی۔ جانے کیوں عفراء کو لگا وہ بھی اس کا تمسخر
اڑا رہا تھا، اس کا اندر نئے سرے سے خاک ہو
گیا۔ وہ بے ساختہ اپنا بایاں ہاتھ جامنی دوپٹے میں
چھپا گئی۔

“جی نہیں میں نہیں بھول رہی اب میرا راستہ

چھوڑیں مسٹر بدر عالم..”

“خیر خیر عزیزم.. آپ تو ایسے ڈر رہی ہیں جیسے

میں آدم خور ہوں۔” وہ ایک سائیڈ پر ہو گیا۔

“میں ڈر نہیں رہی اور میرا نام عزیزم نہیں

ہے۔”

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کارروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب